ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم

خودی اور فلسفۂ سیاست (۳)

خودی کا ذوقِ انجمن آرائی

ارتقائے کائنات ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ سے خودی خودی کی جستجو کر رہی ہے۔ ایک طرف وہ کائناتی خودی ہے اور دوسری طرف سے انسانی خودی ہے جو اپنے مادی اور حیاتیاتی مراحل سے گزر کر انسانی مرحلہ تک پہنچتی ہے۔ خودی جب اپنی منزلِ مقصود کی طرف حرکت کرتی ہے تو اپنے آپ کو بہت سے افراد کی صورت میں ظاہر کرتی ہے لیکن چونکہ وہ ایک ہے، وہ ان سارے افراد کو ایک منظم وحدت یا اکائی بنا کر آگے چلتی ہے، مادی، حیاتیاتی اور انسانی مراحل ارتقاء پر ہم جنس افراد کی جماعتی تنظیم کا باعث خودی کی فطرت کا یہی تقاضا ہے۔ اسی کو اقبال خودی کا ذوقِ انجمن آرائی کہتا ہے اور خودی کی فطرت کا یہ تقاضا بھی خدا کی محبت کا ایک پہلو ہے۔ خودی اپنی محبت کی تشفی کے لیے جو عمل کرتی ہے اس میں تنہا نہیں رہنا چاہتی، بلکہ اپنے تمام ساتھیوں کو اس میں شریک کرنا چاہتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خودی کا یہ عمل پوری طرح سے مؤثر اور کامیاب بھی اسی صورت میں ہوتا ہے جب وہ پوری جماعت کی رفاقت میں انجام پائے۔ قرآن حکیم میں جو نماز باجماعت (وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ)[1] کا حکم ہے، اس کی بنیاد خودی کی فطرت کا یہی تقاضا ہے۔

احساسِ وحدت زندگی کا خاصہ ہے

تمام انواعِ حیوانات کے وجود کا سرچشمہ ایک ہی ہے یعنی خودیٔ کائنات لیکن وحدت کا احساس صرف ایک ہی نوعِ حیوانات کے افراد کے اندر آپس میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ ایک

---

[1] البقرہ: ۴۳

ہی نوع کے افراد آپس میں مشابہت رکھتے ہیں، بلکہ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہر نوعِ حیوانات زندگی کے ارتقاء کا ایک خاص مرحلہ ہے جو پچھلے ہر مرحلہ کو منسوخ کرکے اس کی جگہ لیتا ہے۔ خودی ہر اس نئی منزل پر، جہاں وہ آنکلتی ہے، ایک وحدت ہوتی ہے اور اپنے آپ کو ایک وحدت کے طور پر محسوس کرتی ہے اور ایک وحدت کے طور پر رہنے اور کام کرنے کا جذبہ رکھتی ہے۔ اور یہ حقیقت اس بات کی ضمانت ہے کہ نوعِ انسانی میں بھی خودی اپنے ارتقاء کے اس مقام پر جو اس کا منتہائے مقصود ہے ایک وحدت ہونے کا احساس کرے گی اور ایک وحدت کے طور پر رہنے اور کام کرنے کا جذبہ رکھے گی۔ اسی وحدت کے احساس یا جذبہ کو ہی ماہرینِ حیاتیات نے جبلتِ اجتماعی کا نام دیا ہے۔ خودی جب اپنے ارتقاء کے کسی بلند تر مقام پر قدم رکھتی ہے تو اپنے پست تر مقامات پر، جن سے وہ آگے نکل چکی ہوتی ہے، حکمران ہوتی ہے اور لہٰذا ان کے ساتھ ایک ہونے کا احساس نہیں کرسکتی۔ اپنے ارتقاء کے ہر مقام پر خودی کی آرزوئیں اور ان آرزوؤں کو حاصل کرنے کی قوتیں بالکل نئی ہوتی ہیں اور پست تر مقام کی خودی ان آرزوؤں اور قوتوں میں اس کے ساتھ برابر کی شرکت نہیں کرسکتی۔ لہٰذا وحدت کا احساس، جو ایک نوعِ حیوانات میں پایا جاتا ہے، خودی کی اس بنیادی خصوصیّت کے ماتحت رونما ہوتا ہے کہ وہ اپنے ارتقاء کے ہر مرحلہ پر اپنے تمام اراکین کے ساتھ ہم آہنگی اور تعاون کا اظہار کرکے ایک منظم جماعتی زندگی کی تخلیق کرنا چاہتی ہے۔ ہم توقع کرسکتے ہیں کہ ارتقاء کے انتہائی مرحلہ پر، جب خودی اپنے مبدأ یعنی کائناتی خودی کے بہت قریب پہنچ جائے گی، خودی کی یہی خصوصیت ایسے خودشناس اور خداشناس افراد کی جماعت کی صورت میں رونما ہوگی جو ایک دوسرے کے ساتھ اور کائناتی خودی کے ساتھ تعاون کرکے ایک اعلیٰ درجہ کی منظم جماعتی زندگی کو ظہور پذیر کریں گے۔ خودی کے جذبۂ محبت کے پہلو کی حیثیت سے خودی کی یہی خصوصیت ہے جو ایک انسانی ریاست کی تنظیم کو، ایک زندہ جسمِ حیوانی کے خلیات کی تنظیم کو، شہد کی مکھیوں کی تنظیم کو، چیونٹیوں کی ایک آبادی کی تنظیم کو، ایک خلیہ کی تنظیم کو اور ایک نظامِ شمسی ایک قلم، ایک سالمہ اور ایک جوہر کی تنظیم کو وجود میں لاتی ہے۔ اور خودی کی یہی خصوصیت ہے جو مستقبل کی عالمگیر ریاست کی تنظیم کو نکتۂ کمال پر پہنچائے گی۔

خدا کی محبّت کا جذبہ جو انسانی جماعتوں کی تنظیم کا باعث ہوتا ہے حیوان میں قوتِ حیات کی صورت میں اور اس سے پہلے مادہ میں برقی رَو کی صورت میں کام کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ایک طرح کی

جماعتی تنظیم انواعِ حیوانات میں اور مادی مظاہرِ قدرت میں بھی موجود ہوتی ہے۔

ایک جسمِ حیوانی سے نظریاتی جماعت کی مماثلت

اقبال نے ایک نظریہ کی بنا پر منظم ہونے والی انسانی جماعت یا قوم کو بجا طور پر ایک جسمِ حیوانی کے مماثل قرار دیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

> جس طرح ایک جسم ذوی الاعضاء مریض ہونے کی حالت میں بعض دفعہ خود بخود بلا علم و ارادہ اپنے اندر ایسی قوتوں کو برانگیختہ کر دیتا ہے جو اس کی تندرستی کا موجب بن جاتی ہیں، اسی طرح ایک قوم جو مخالف قوتوں کے اثرات سے سقیم الحال ہو گئی ہو بعض دفعہ خود بخود ردِ عمل کرنے والی قوتوں کو پیدا کر لیا کرتی ہے۔ مثلاً قوم میں کوئی زبردست دل و دماغ کا انسان پیدا ہو جاتا ہے یا کوئی نئی تخیل رونما ہوتی ہے یا ایک ہمہ گیر مذہبی اصلاح کی تحریک بروئے کار آتی ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ قوم کے قوائے ذہنی و روحانی تمام طاغی اور سرکش قوتوں کو اپنا مطیع و منقاد بنانے اور اس موادِ فاسد کو خارج کر دینے سے جو قوم کے نظامِ جسمانی کی صحت کے لیے مضر تھا، قوم کو نئے سرے سے زندہ کر دیتے ہیں اور اس کی اصل توانائی اُس کے اعضاء میں عود کر آتی ہے۔ (مقالات اقبال ص۱۱۰)

ایک جسمِ حیوانی اور ایک نظریاتی جماعت کی یہ مماثلت اتفاقی نہیں بلکہ اس کا ایک معقول سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں کے وجود کا باعث زندگی کی رَو ہے جو دونوں میں کام کرتی ہے اور جس کے فطرتی اوصاف و خواص دونوں میں ایک ہی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایک جسمِ حیوانی اور ایک نظریاتی جماعت اور باتوں میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ مماثلت رکھیں۔ زندگی کے وہی اوصاف و خواص ہیں جو پہلے حیاتیاتی سطح پر اور پھر انسان کے ظہور پذیر ہونے کے بعد نفسیاتی یا انسانی سطح پر کام کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا ہم توقع کر سکتے ہیں کہ دونوں سطحوں پر ان کا اظہار مماثل ہوگا، سوائے اس کے کہ ان دونوں سطحوں پر ان کے اظہار میں اتنا فرق موجود ہو جو خود ان سطحوں کے اپنے فرق کی وجہ سے ناگزیر ہے۔ اور حقیقتِ حال بھی یہی ہے۔

ہر نظریاتی جماعت ایک نصب العین پر مبنی ہے

مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ ایک جسمِ حیوانی کے اندر ایک قوتِ حیات کام کرتی ہے، جو اُسے وجود میں لاتی

اس کی نشوونما کرتی اور اُس کی تندرستی اور طاقت کو قائم رکھتی ہے۔اسی طرح سے ایک نظریاتی جماعت یا جسم اجتماعی کے اندر نصب العین کی محبت ایک ایسی قوت کے طور پر کام کرتی ہے جو اُسے وجود میں لاتی، اس کی نشوونما کرتی اور اس کی وحدت اور طاقت کو قائم رکھتی ہے۔ اقبال اسی قوت کو جذبِ دروں کا نام دیتا ہے۔اسی جذبِ دروں پر قوموں کی زندگی کا دارو مدار ہوتا ہے۔ اگرچہ نادان لوگ اسے جنون سمجھتے ہیں لیکن اس جنون ذوفنون کے بغیر کسی قوم کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ کوئی کام کر سکے۔ دراصل وہی قوتِ حیات جو حیوان میں کام کرتی ہے، انسانی مرحلۂ ارتقاء میں پہنچ کر نصب العین کی اس محبت کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ جسے اقبال جذبِ دروں کہتا ہے۔

امتاں را زندگی جذبِ دروں   جاہلاں ایں جذب را گویند جنوں
ہیچ قومے زیرِ چرخِ لاجورد   بے جنونِ ذوفنوں کارے نہ کرد

پھر ایک نظریاتی جماعت بھی ایک جسم حیوانی کی طرح ایک اندرونی قوت ہی نہیں بلکہ ایک بیرونی شکل بھی رکھتی ہے، جو اُس کے نصبُ العین کے ماتحت پیدا ہونے والے آئین اور قوانین، رسوم و رواج اور عادات و شمائل پر مشتمل ہے۔ جسمِ حیوانی کی طرح اُس کے اندر بھی زندہ رہنے کا عزم ہوتا ہے اور جسمِ حیوانی کی طرح وہ بھی نشوونما پاتی ہے اور خوراک کی ضرورت محسوس کرتی ہے، جو ایسے تعلیمی مواد پر مشتمل ہوتی ہے جو نصبُ العین کی محبت کی نشوونما کرنے والا ہو۔ جسمِ حیوانی کی طرح اس کا بھی ایک مدعا ہوتا ہے اور وہ نصبُ العین کا حصول ہوتا ہے اور یہ بھی اپنے مدعا کے حصول کے لیے مزاحمت سے دوچار ہوتی ہے۔ اس مزاحمت پر عبور پانے کے لیے جدوجہد کرتی ہے اور اس جدوجہد سے اپنی طاقت میں اضافہ کرتی ہے۔ اور جب جدّوجہد ترک کر دیتی ہے تو کمزور ہو جاتی ہے۔ جس طرح سے ماضی میں جسمِ حیوانی کا حیاتیاتی ماحول حیوان کی نشوونما اور ارتقاء کی سمت اور اُس کی فعلیت کے نتائج پر اثر انداز ہوتا تھا اسی طرح سے زمانۂ حال میں ایک نظریاتی جماعت کا نفسیاتی یا تعلیمی ماحول اُس کی نشوونما اور ارتقاء کی سمت اور اُس کی فعلیت کے نتائج پر اثر انداز ہوتا ہے۔ مثلاً انگریزی قوم ایک نظریاتی جماعت اس لیے ہے کہ اُن کا نظریہ ایک ہے، اور وہ انگلستان کی محبت ہے لیکن اُن کا یہ نظریہ اس لیے بن گیا ہے کہ وہ ایک ہی ملک میں رہتے ہیں، ایک ہی زبان بولتے ہیں، ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور اُن کی عادات و رسوم بھی ایک جیسی ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنہوں نے شروع سے ہی مل کر اُن کے نفسیاتی یا تعلیمی ماحول کو بنایا تھا اور اسی

ماحول نے اُن کے نظریہ کی تشکیل کی تھی اور جس نے وہ خاص صورت دی تھی جو اُسے اب حاصل ہے۔ تاہم چونکہ اُن کا یہ نفسیاتی اور تعلیمی ماحول اُن کی خودی کے تقاضوں کے مطابق نہیں تھا، لہٰذا وہ اُن کے نظریہ کی صحیح اور پوری نشوونما نہیں کر سکا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا نظریہ اپنی نشوونما کے دوران کامل ہونے سے پہلے ہی ایک ملک کی علاقائی قومیت پر رُک گیا ہے اور کامل ہو کر خدا کے نظریہ کی صُورت اختیار نہیں کر سکا۔

سیاسی انقلاب کی حقیقت

جس طرح سے حیاتیاتی ارتقاء کے ادوار میں ایک جسمِ حیوانی کی جسمانی شکل وصورت کے اندر اُس مظہرِ قدرت کی وجہ سے جسے تقلیب کہا جاتا ہے ایک فوری تبدیلی رونما ہو جاتی تھی اُسی طرح سے نظریاتی ارتقاء کے اس دَور میں ایک نظریاتی جماعت کی نظریاتی شکل وصورت کے اندر بھی ایک "نظریاتی تقلیب" کی وجہ سے، جسے ہم بالعموم ایک "انقلاب" کہتے ہیں، ایک فوری ترقی رونما ہو جاتی ہے۔ قریب کی تاریخ میں ایسی نظریاتی تقلیبات کی مثالیں فرانسیسی انقلاب، روسی انقلاب، نازی انقلاب اور فسطائی انقلاب ہیں، جنہوں نے فرانس، روس، جرمنی اور اٹلی کے نظریات کو بالترتیب فرانسیسی بادشاہت سے جمہوریت میں، روسی بادشاہت سے اشتراکیت میں، جرمنی وطنیت سے جرمن نیشنل سوشلزم میں اور اطالوی وطنیت سے فسطائیت میں تبدیل کر دیا تھا۔

تعلیم اور تبلیغ کی حقیقت

پھر ایک جسمِ حیوانی کی طرح ایک نظریاتی جماعت بھی ایک اندرونی بیماری کی وجہ سے، جو اس صورت میں جماعتی نصب العین کے نقائص یا اُس کے محاسن کی نافہمی کی صورت اختیار کرتی ہے، موت سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔ جس طرح سے ایک جسمِ حیوانی تناسل اور توالد کے ایک عمل سے، جس میں نر اور مادہ اپنے جنسی وظائف ادا کرتے ہیں، اپنی ہی شکل وصورت کے دوسرے افراد پیدا کرتا ہے، یہاں تک کہ ایسے افراد کی نسل ترقی کر کے ایک بہت بڑی نوعِ حیوانات کی صورت اختیار کر لیتی ہے، اسی طرح ایک نظریہ کا پرستار تعلیم اور تبلیغ کے ایک عمل سے، جس میں قائد اور مقتدی یا استاد اور شاگرد اپنے تعلیمی وظائف ادا کرتے ہیں، اپنے نظریہ کے دوسرے پرستار پیدا کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس نظریہ کے پرستاروں کی

تعداد ترقی کر کے ایک بہت بڑی نظریاتی جماعت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جس طرح سے ہر جسم حیوانی پہلے ایک مولود ہوتا ہے اور پھر ایک والد، اُسی طرح سے نظریہ کو چاہنے والا ایک انسانی فرد پہلے ایک پیرو یا شاگرد ہوتا ہے اور پھر ایک قائد یا استاد بن جاتا ہے۔ پہلے اُس کے راہنما یا استاد والدین ہوتے ہیں پھر وہ اپنی اولاد کا راہ نما یا استاد بنتا ہے۔ جس طرح سے ایک جسم حیوانی کی زندگی اُس کی اِس خواہش کے گرد گھومتی ہے کہ وہ ایک جسم حیوانی کی حیثیت سے زندہ رہے' اسی طرح سے ایک نظریاتی جماعت کی زندگی اس خواہش کے گرد گھومتی ہے کہ وہ ایک نظریاتی جماعت کی حیثیت سے زندہ رہے۔ جس طرح سے جسم حیوانی اپنے اندر ایک عضو (دل) رکھتا ہے جو اس کی قوتِ حیات کی تقسیم کا مرکز ہوتا ہے اور جسم کے سارے اعضاو جوارح کے لیے خون بہم پہنچاتا ہے' اُسی طرح سے ایک نظریاتی جماعت اپنے اندر ایک ایسا ادارہ (نظامِ تعلیم) رکھتی ہے جو اُس کے نصب العین کی محبت کی تقسیم کا مرکز ہوتا ہے اور جماعت کے تمام افراد کے دلوں کے لیے نصب العین کی محبت کا آبِ حیات بہم پہنچاتا ہے۔ جس طرح سے ایک جسم حیوانی دوسرے مخالف جسم حیوانی کے مرکزِ حیات کو تباہ کر کے اُسے ہلاک کر سکتا ہے' اُسی طرح سے ایک نظریاتی جماعت دوسری مخالف نظریاتی جماعت کے مرکزِ حیات یعنی نظامِ تعلیم کو تباہ کر کے اُسے ختم کر سکتی ہے۔ مثلاً دوسری جنگ عظیم کے فاتحین نے جرمنی، جاپان اور اٹلی پر قبضہ کیا تو انہوں نے نازی ازم، میکاڈو ازم اور فاشزم کے نظریات کو ختم کرنے کے لیے جو قدم اُٹھایا وہ یہ تھا کہ انہوں نے ان ملکوں کے نظام ہائے تعلیم کو ختم کر کے اُن کی جگہ اپنے نظامِ تعلیم کو جاری کیا اور اس طرح سے اُن کو اپنی نظریاتی جماعت میں شامل کر لیا۔ جب ایک جسم حیوانی کے اعضاء و جوارح کے اندر مکمل اتحاد اور اشتراکِ عمل موجود ہو تو وہ تندرست اور توانا ہوتا ہے۔ اسی طرح سے جب ایک نظریاتی جماعت کے تمام افراد کے اندر مکمل اتحاد اور اشتراکِ عمل ہو تو وہ اخلاقی لحاظ سے تندرست اور استعدادِ عمل کے لحاظ سے طاقتور ہوتی ہے۔ ایک نظریاتی جماعت بھی ایک جسم حیوانی کی طرح ان چیزوں کی طرف کشش محسوس کرتی ہے جو اُس کی زندگی اور نشوونما کے لیے ممد و معاون ہوں اور اُن چیزوں سے گریز کرتی ہے جو اُس کی زندگی اور نشوونما کے لیے مضر ہوں۔ جس طرح سے ایک جسم حیوانی کے اعمال کی راہ نمائی اُس کا دماغ کرتا ہے اُسی طرح سے ایک نظریاتی جماعت کے اعمال کی راہ نمائی اُس کا قائد کرتا ہے۔

ایک نظریاتی جماعت ایک فرد کی طرح زندہ ہوتی ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک فرد کی طرح ایک نظریاتی جماعت بھی اپنی ایک زندگی رکھتی ہے اور اس کی زندگی اُس کے ہر فرد کی زندگی سے جُدا ہوتی ہے۔ فرد کی طرح وہ بھی نشوونما پاکر اپنے کمال کو پہنچتی ہے، اور جیسا کہ ہم شہد کی مکھیوں کے چھتہ میں دیکھتے ہیں، فرد جماعت کے لیے ہوتا ہے اور جماعت کے لیے ہی جیتا اور مرتا ہے اور جماعت کے لیے ہونا اور جماعت کے لیے جینا اور مرنا ہی ایک فرد کی حیثیت سے اس کا کمال ہے۔

وجود افراد کا مجازی ہے، ہستیٔ قوم ہے حقیقی
فدا ہو ملت پہ یعنی آتش زنِ طلسمِ مجاز ہو جا

اقبال لکھتا ہے:

"فرد فی نفسہ ایک ہستیٔ اعتباری ہے۔ یا یوں کہیے کہ اس کا نام ان مجرّداتِ عقلیہ کی قبیل سے ہے جن کا حوالہ دے کر عمرانیات کے مباحث کے سمجھنے میں آسانی پیدا کر دی جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر فرد اس جماعت کی زندگی میں، جس کے ساتھ اس کا تعلق ہے، بمنزلہ ایک عارضی اور آنی لمحے کے ہے۔ اس کے خیالات، اُس کی تمنائیں، اُس کا طرز ماندوبود، اس کے جملہ قوائے دماغی و جسمانی، بلکہ اُس کے ایّامِ زندگی کی تعداد تک اس جماعت کی ضروریات و حوائج کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے، جس کی حیات اجتماعی کا وہ محض ایک جزوی مظہر ہوتا ہے۔ فرد کے افعال کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ بر سبیلِ اضطرار اور بلا ارادہ کسی خاص کام کو جو جماعت کے نظام نے اُس کے سپرد کر رکھا ہے، انجام دیتا ہے اور اس لحاظ سے اُس کے مقاصد کو جماعت کے مقاصد سے مخالفِ کُلّی بلکہ تضادِ مطلق ہوتا ہے۔ جماعت کی زندگی بلالحاظ اپنے اجزائے ترکیبی یعنی افراد کی زندگی جُداگانہ ہوتی ہے۔" (مقالات اقبال ص۱۱۶)

ہر نظریاتی جماعت ایک انا یا نفسِ ناطقہ رکھتی ہے

ایک فرد کی طرح ایک قوم یا نظریاتی جماعت بھی ایک انا یا نفسِ ناطقہ رکھتی ہے اور فرد ہی کی طرح وہ

ذوالعقل اور ذوالارادہ ہوتی ہے۔ فرد کی طرح اس کا بھی ایک مقصد یا مدّعا ہوتا ہے اور وہ بھی ایک ماضی، ایک حال اور ایک مستقبل رکھتی ہے۔ اس کے لیے بھی ضروری ہوتا ہے کہ زندہ رہنے کے لیے وہ اپنے کل کی فکر کرے اور اپنے حال کو اپنے مستقبل کے تابع رکھے یعنی اپنے حال کے ذریعے سے اپنے مستقبل کی تعمیر کرے۔

اقبال لکھتا ہے:

"اگرچہ قوم کی ذہنی اور دماغی قابلیت کا دھارا افراد ہی کے دماغ سے ہو کر بہتا ہے لیکن پھر بھی قوم کا اجتماعی نفس ناطقہ جو مدرکِ کلیات وجزئیات ہے اور خبیر اور مرید ہے، بجائے خود ضرور موجود ہوتا ہے۔ "جمہوری رائے" اور "قومی فطنت" وہ جملے ہیں جن کی وساطت سے ہم موہوم اور مبہم طور پر اس نہایت ہی اہم حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ قومی ہستی ذوالعقل اور ذوالارادہ ہے۔ ازدحامِ خلائق، جلسۂ عام، جماعتِ انتظامی، فرقۂ مذہبی اور مجلسِ مشاورت وہ مختلف ذرائع ہیں جن سے قوم اپنی تدوین اور تنظیم کا کام لے کر وحدتِ ادراک کی غایت کو حاصل کرتی ہے۔ ..... قوم ایک جداگانہ زندگی رکھتی ہے۔ یہ خیال کہ اس کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ اپنے موجودہ افراد کا محض ایک مجموعہ ہے اصولاً غلط ہے اور اسی لیے تمدنی اور سیاسی اصلاح کی وہ تمام تجاویز جو اس مفروضہ پر مبنی ہوں بہت احتیاط کے ساتھ نظرِ ثانی کی محتاج ہیں۔ قوم اپنے موجودہ افراد کا مجموعہ نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر ہے۔ اس کی ماہیت پر اگر نظرِ غائر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ غیر محدود اور لامتناہی ہے۔ اس لیے کہ اس کے اجزائے ترکیبی میں وہ کثیر التعداد آنے والی نسلیں بھی شامل ہیں، جو اگرچہ عمرانی حدِ نظر کے فوری منتہا کے پرلی طرف واقع ہیں، لیکن ایک زندہ جماعت کا سب سے زیادہ اہم جزو متصور ہونے کے قابل ہیں۔ ..... کامیاب انسانی جماعتوں کا حال ہمیشہ استقبال کے تابع ہوتا ہے۔ مجموعی حیثیت سے اگر نوع پر نظر ڈالی جائے تو اس کے وہ افراد جو ابھی پیدا نہیں ہوئے اس کے موجودہ افراد کے مقابلہ میں شاید زیادہ بدیہی الوجود ہیں۔ موجودہ افراد کی فوری اغراض ان غیر محدود اور نامشہود افراد کی اغراض کے تابع ہوتی ہیں بلکہ ان پر نثار کر دی جاتی ہیں جو نسلاً بعد نسلٍ بتدریج ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور علم الحیات کی اس حیرت انگیز حقیقت کو وہ شخص بنگاہِ استغناء نہیں دیکھ سکتا، جس کے پیشِ نظر سیاسی یا تمدنی اصلاح ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اقوام کے لیے سب سے زیادہ مہتم بالشان فقط یہ

(باقی صفحہ ۴۰)